حکیم محمود احمد ظفر

سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت جلیل القدر صحابی تھے۔ ان کا نام عبداللہ بن قیس اور کنیت ابو موسیٰ تھی۔ آپ یمن کے قبیلہ اشعر سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی نسبت سے اشعری کہلاتے تھے۔

سیدنا ابو موسیٰ یمن سے چل کر مکہ مکرمہ پہنچے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ آپ یمن سے پچاس مسلمانوں کی ایک جماعت کی معیت میں بحری جہاز پر سوار ہو کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہونے کے ارادہ سے نکلے لیکن باد مخالف نے جہاز کو حجاز کی بجائے حبشہ پہنچا دیا یہاں آپ مہاجرین حبشہ سے مل گئے اور مدینہ منورہ میں عین اس وقت ہجرت فرمائی جب کہ مجاہدین اسلام فتح خیبر سے واپس آ رہے تھے۔ چنانچہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا ابو موسیٰ اور ان کے تمام ساتھیوں کو خیبر کے مال غنیمت میں سے حصہ مرحمت فرمایا۔

(بخاری جلد 2 ص 608، طبقات ابن سعد جلد 4 ص 106)

آپ نے فتح مکہ، غزوہ حنین اور غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں شرکت فرمائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر ان کو بہت دعائیں دیں۔

آپ علمی، عملی اور فکری صلاحیتوں کے مالک تھے۔ چنانچہ ابو الاسود بن یزید فرماتے ہیں۔

لم اریٰ بالکوفۃ اعلم من علیؓ وابی موسیٰ

میں نے کوفہ میں سیدنا علیؓ اور سیدنا ابو موسیٰؓ سے زیادہ کسی کو عالم نہیں دیکھا۔

(تاریخ الاسلام ذہبی جلد 2 ص 257، تذکرۃ الحفاظ جلد 3 ص 106)

امام مسروق فرماتے ہیں۔

کان القضاء فی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ستۃ عمر وعلی وابن مسعود وابیؓ وزید بن ثابت وابی موسیٰ

قضا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ صحابہ میں منحصر تھی۔ عمرؓ، علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ ہیں۔ (تاریخ الاسلام ذہبی جلد 2 ص 257)

اسی وجہ سے کتابوں میں مرقوم ہے۔

کان ابو موسیٰ احد الفقہاء الستۃ سیدنا ابو موسیٰ چھ فقہاء صحابہ میں سے ایک تھے۔ (مستدرک حاکم جلد 3 ص 465)

ابو البختری فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے سیدنا علی سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ خصوصی طور پر سیدنا ابو موسیٰ اشعری کے بارہ میں سوال کیا۔

آپ نے جواب میں فرمایا۔

صبغ فی العلم صبغۃ ثم خرج منہ

وہ علم میں رنگ کر نکالے گئے تھے۔

(تاریخ الاسلام ذہبی جلد 2 ص 257 تذکرۃ الحفاظ جلد 3 107)

امام ذہبی نے ان کے متعلق جو ریمارکس دیئے ہیں وہ بھی پڑھنے کے قابل ہیں۔ فرمایا

کانا (ابو موسیٰ) من اجلاء الصحابۃ وفضلا ئھم

سیدنا ابو موسیٰ جلیل القدر اور فاضل صحابہ میں سے تھے۔ (تاریخ الاسلام جلد 2 ص 255)

آپ کی انہی صلاحیتوں کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یمن کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔

(بخاری جلد 2 ص 1023، العواصم من القواصم ص 174، زرقانی جلد 3 ص 99 حلیۃ الاولیاء جلد 1 ص 354، مسند امام احمد جلد 5 ص 235)

حجۃ الوداع میں آپ یمن ہی سے شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔

سیدنا عمر کے زمانہ خلافت میں مختلف جنگوں میں شرکت فرمائی۔ پھر سیدنا عمر نے سیدنا مغیرہ بن شعبہ کو معزول فرما کر ان کی جگہ انھیں بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا دیا۔ (طبری جلد 5 ص 94)

29ھ میں بصرہ کے مفسدہ پردازوں نے ان کی معزولی کا مطالبہ کیا تو سیدنا عثمان نے انھیں معزول فرما کر ان کی جگہ سیدنا عبداللہ بن عامر کو گورنر بصرہ مقرر فرما دیا۔ لیکن 34ھ میں اہل کوفہ کی درخواست پر سیدنا سعید بن العاص کی جگہ انھیں کوفہ کا گورنر مقرر فرما دیا گیا۔

شہادت عثمان کے بعد جنگ جمل کے موقع پر جب سیدنا علی کے داعی لوگوں کو آپ کے لشکر میں شرکت کے لئے ابھار رہے تھے تو آپ کو ان کی یہ حرکت پسند نہ آئی۔ کیونکہ آپ خون مسلم کی ارزانی پسند نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ نے مسجد میں فتنہ کی احادیث بیان کرنا شروع کر دیں۔ اور فرمایا کہ میرے آقا و مولا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس فتنہ میں بیٹھا ہوا کھڑا رہنے والے سے بہتر ہے۔ (القاعد فیھا خیر من القائم) لہٰذا تم لوگ غیر جانبدار رہو۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد 7 ص 235)

مشہور سبائی مالک الاشتر بھی یہ باتیں سن رہا تھا۔ یہ اسی وقت موقع پا کر جلدی سے دارالامارت چلا آیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ جب مسجد سے فارغ ہو کر سیدنا ابو موسیٰ دار الامارت کی طرف تشریف لائے تو مالک الاشتر نے انھیں دارالامارت میں داخل ہونے سے روکا اور کہا کہ آپ ہماری گورنری سے معزول ہو جائیے۔ آپ نے معاملہ کی نزاکت کے پیش نظر نہایت صبر اور تدبر سے کام لیا۔ آپ نے سمجھا کہ اگر اس وقت میں نے مداخلت کی تو دار الامارت میں تو داخل ہو جاؤں گا۔ لیکن کئی ہزار سر تنوں سے جدا ہو جائیں گے۔ لہٰذا آپ واپس تشریف لے آئے اور "عرض" نامی گاؤں میں خمولت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ جب لوگ خونریزی سے سیر ہو گئے تو اس وقت انھیں سیدنا ابو موسیٰ کی وہ باتیں یاد آتی تھیں۔ جو انہوں نے مسجد کوفہ میں لوگوں کو کہیں تھیں۔ اسی وجہ سے لوگوں نے صفین کے موقع پر انھیں حکم مقرر کرنے پر اصرار کیا۔ (العواصم من القواصم ص 173۔ 174 تعلیقہ)

جنگ صفین کے موقع پر فیصلہ یہ ہوا کہ دونوں جانب سے ایک ایک حکم (ثالث) مقرر کیا جائے اور متنازعہ فیہ مسئلہ ان دونوں کے سپرد کیا جائے اور وہ دونوں حکم کتاب اللہ کے مطابق جو فیصلہ کریں۔ وہ فریقین کے لئے واجب التسلیم ہو۔ جو فریق اس فیصلے کو نہ مانے اس کے خلاف دوسرے کی امداد کی جائے۔

اس قرار داد کے پاس ہو جانے کے بعد اہل شام نے متفقہ طور پر سیدنا عمرو بن العاص کا نام پیش کیا۔ سیدنا علی نے اہل عراق کی طرف سے سیدنا عبداللہ بن عباس کو ثالث مقرر کرنا چاہا۔ لیکن سیدنا علی کے اپنے لشکر نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی اور کہا (1)

لا نرضیٰ الا بابی موسیٰ

ہم سوائے ابو موسیٰ کے اور کسی پر راضی نہ ہوں گے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد 7 ص 286)

ہیثیم بن عدی نے کتاب الخوارج میں لکھا ہے کہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری کا نام سب سے پہلے اشعث بن قیس نے تجویز

کیا تھا۔ پھر ان کی متابعت میں اہل یمن بھی انہی کا نام لینے لگے اور دلیل یہ دی کہ وہ اس سارے حادثے سے الگ تھلگ رہے ہیں۔ اور اس معاملہ میں بالکل غیر جانبدار ہیں۔ لیکن طبری شیعی کا کہنا ہے کہ سیدنا علی نے اشعث بن قیس کے تجویز کردہ نام کی مخالفت کی اور اصرار کیا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس ہی کو حکم مقرر کیا جائے آپ کے لشکر کے آدمیوں نے کہا کہ عبداللہ بن عباس آپ کے خاص عزیز ہیں۔ حکم غیر جانبدار اور غیر متعلق ہونا چاہیئے۔ سیدنا علی نے پھر دوسرا نام مالک الاشتر کا لیا۔ اس پر اشعث بن قیس اور ان کے ساتھیوں نے برافروختہ ہو کر کہا کہ یہ ساری آگ تو اسی کی لگائی ہوئی ہے اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ جب تک آخری نتیجہ برآمد نہ ہو ہر فریق دوسرے سے برسرپیکار رہے اور جنگ کسی صورت بند نہ ہو۔ اب تک ہم اسی شخص کی رائے پر عمل کرتے رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس کی رائے یہ ہے اس کا فیصلہ بھی یہی ہو گا۔ سیدنا علیؓ نے لشکر کا یہ رنگ دیکھ کر بامر مجبوری سیدنا ابوموسیٰ اشعری کو حکم مان لیا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد 7 ص 275 طبری جلد 6 ص 28، ابن اثیر جلد 3 ص 162 مروج الذہب جلد 2 ص 28، اخبار الطوال ص 192، ابن ابی الحدید جلد 2 ص 228)

شاید اس معاملہ میں مالک الاشتر مخالفت کرنے والوں میں پیش پیش تھا۔ کیونکہ اس نے اس وقت بھی سخت مخالفت کی تھی جب سیدنا علیؓ نے سیدنا عبداللہ بن عباس کو بصرہ کا گورنر مقرر کرنا چاہا تھا۔ بلکہ اس وقت غضبناک ہو کر سیدنا علی کو دھمکی بھی دی تھی۔ (طبری جلد 5 ص 194) اور ابن عباس کے نام کے بعد آپ کا مالک الاشتر کے نام کو تجویز فرمانا بھی اس بات کی غمازی کرتا ہے۔

سیدنا علی کا نافرمان لشکر

اگر یہ روایت صحیح ہے کہ سیدنا علی کے لشکر نے سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ کے حکم مقرر کرنے کی مخالفت کی اور اس مخالفت میں سیدنا علیؓ نے بھی ان کا ساتھ دیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا علی اپنے لشکریوں کے ہاتھوں مجبور تھے۔ کیونکہ ان کے لشکر میں سبائیوں کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ جن کا کام اور جن کی نیت ہی اسلام کے شیرازہ کو تلپٹ کرنا تھا۔ لہذا وہ ہر معاملہ میں سیدنا علی کی مخالفت کرتے تھے۔ اور ان کی اکثر یہی کوشش رہتی تھی۔ کہ سیدنا علی سے اپنی بات منوائیں۔ چنانچہ سیدنا علی بھی ان لوگوں سے نہایت تنگ اور کبیدہ خاطر تھے۔ آپ کبھی کبھی فرماتے

"بخدا! مجھے منظور ہے کہ حق تعالیٰ تم میں سے مجھے اٹھالیں۔ پھر فرمایا خداوند! تو جانتا ہے کہ میں ان سے تنگ آگیا ہوں اور یہ مجھ سے تنگ آگئے ہیں۔ میں ان سے ملول ہوں اور یہ مجھ سے ملول ہیں۔

خداوندا! مجھے ان سے راحت عطا فرما اور ان کو اس شخص کے ہاتھوں مبتلا کر کہ یہ اس کے بعد مجھے یاد کریں (1)

(جلاء العیون ص 229)

ایک اور موقع پر ان لوگوں کے بارہ میں اپنی شکایت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا۔

"اگر موسم گرما میں تم کو کہتا ہوں کہ جنگ کے لئے نکلو تو کہہ اٹھتے ہو کہ بڑی سخت گرمی ہے۔ ہم کو مہلت دیجئے کہ گرمی کم ہو جائے۔ جب تم گرمی سے بھاگتے ہو تو تلوار سے تو زیادہ بھاگو گے۔ اے لوگو! جو لڑکوں اور عورتوں کی مانند عقل رکھتے ہو۔ کاش میں تم کو کبھی نہ دیکھتا اور نہ تم کو پہچانتا۔ میرے دل کو پیپ اور میرے سینہ کو غصہ سے تم نے بھر دیا اور تم نے میری سخت نافرمانی کی ہے اور میری رائے کو تم نے ضائع کر دیا ہے"

(حلیۃ المتقین باب 14 فصل 12 ص 362)

(باقی آئندہ)